تحریک جدید کے مزید مطالبات

(فرمودہ ۱۰؍جنوری ۱۹۳۶ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں جلسہ سالانہ سے پہلے تحریک جدید کے متعلق بعض خطبات دے رہا تھا اور چونکہ ابھی اِس تحریک میں سے بعض باتیں باقی ہیں اس لئے ان کے متعلق مَیں آج پھر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

یہ تحریک میں پہلے کر چکا ہوں کہ نوجوان اپنی زندگیاں وقف کریں۔اس غرض کیلئے کہ ان میں سے بعض کو انتخاب کرنے کے بعد باہر تبلیغ کیلئے بھیجا جائے مگر اس کے علاوہ میری تحریک کا ایک حصہ یہ تھا کہ ایسے بیکار لوگ جن کو اِس ملک میں کام نہیں ملتا اگر باہر چلے جائیں تو بیرونی ممالک میں اپنے لئے ترقی کا راستہ نکال سکتے اور سلسلہ کیلئے بھی مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔جیسا کہ کہتے ہیں ''ہم خرما و ہم ثواب'' اسلام نے درحقیقت ملکوں کے فرق اور امتیاز کو ایسا مٹا دیا ہے اور دنیا کو اس طرح ایک ہاتھ پر جمع کر دیا ہے کہ ہمارے لئے مختلف ممالک کی حیثیت ہی کوئی باقی نہیں رہی اور ساری دنیا ہمارے لئے ایک مُلک کی طرح بن گئی ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا [1] ۔ساری دنیا میرے لئے مسجد بنا دی گئی ہے اِس کے یہ بھی معنی ہیں کہ اسلام میں گرجوں اور مندروں کا طریق نہیں ہر جگہ انسان عبادت کر سکتا ہے۔مسجد صرف اجتماع کی جگہ ہے ورنہ مساجد عبادت کیلئے مخصوص نہیں اور یہ نہیں کہ مسجد سے باہر عبادت نہیں ہو سکتی جیسا کہ ہندوؤں اور عیسائیوں میں طریق ہے کہ ان کے نزدیک مندروں اور گرجوں سے باہر

عبادت نہیں ہوسکتی۔ اگر کسی جگہ مسجد نہ ہو اور کوئی مسلمان سفر کر رہا ہو تو جس جگہ نماز کا وقت آجائے وہی جگہ مسجد اور وہی جگہ عبادت گاہ ہو جائے گی۔ مگر مسجد ایک خدا کا گھر بھی ہے جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ پس جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا کے یہ معنے بھی ہیں کہ جس طرح سارے لوگ مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور وہاں چھوٹے بڑے، امیر اور غریب کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا اِسی طرح رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہمارے لئے بھی مُلکوں کا کوئی امتیاز نہیں۔ جس طرح مسجد خدا کا گھر کہلاتی ہے اسی طرح ساری دنیا ہمارے خدا کا گھر ہے۔ پس یہ کہنا کہ یہ چینی ہے اور وہ جاپانی، یہ مشرقی ہے اور وہ مغربی ایک فضول بات ہے۔ جس طرح ایک مسجد میں بیٹھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں مسجد کے شمالی کونے میں بیٹھا ہوں اور وہ جنوبی میں یا فلاں مشرقی کونے میں ہے اور فلاں مغربی میں اس لئے میں اُس سے ممتاز ہوں بلکہ سارے ایک ہی مسجد میں سمجھے جاتے ہیں اسی طرح جب ساری دنیا مسجد ہے اور محمد ﷺ کے ذریعہ ساری دنیا ایک خدا کا گھر بنا دی گئی ہے تو اِس دنیا کے جس حصہ میں بھی کوئی انسان بیٹھا ہو وہ خدا کے گھر میں بیٹھا ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان جانتا ہے بلکہ اب تو غیر مُسلم بھی جاننے لگ گئے ہیں کہ مسجد وہ مقام ہے جس میں چھوٹے اور بڑے کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔

میں نے مسجدِ کعبہ کے ایک سِرے پر ایک چھوٹی سی جگہ حُجرے کی شکل میں الگ بنی ہوئی دیکھی۔ اس کے متعلق جب مَیں نے دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ یہاں شرفاء بعض دفعہ نماز پڑھتے ہیں۔ مکہ کے حاکم چونکہ شریف کہلاتے تھے اِس لئے شرفاء سے مکہ کے حکمران مراد تھے۔ میں نے کہا یہ الگ کیوں ہے؟ اُنہوں نے بتایا کہ شریف کو بعض دقتیں پیش آئی تھیں جس کی بناء پر یہ الگ انتظام کرنا پڑا۔ چنانچہ ایک دفعہ اُس نے کسی مسلمان سے کہا کہ تم یہاں سے پیچھے ہو کر کھڑے ہو جاؤ تو اس نے جواب دیا یہ شریف کا گھر نہیں بلکہ خدا کا گھر ہے اگر شریف کا گھر ہوتا تو میں چلا جاتا لیکن یہ خدا کا گھر ہے اور اس میں سے مجھے کوئی نکال نہیں سکتا۔ چنانچہ بادشاہ ہونے کے باوجود اسے اس کا حق تسلیم کرنا پڑا اور سیاسی احتیاطوں کیلئے اسے علیحدہ حُجرہ بنانا پڑا تا کہ اگر کسی وقت لوگوں سے الگ رہنے کی ضرورت ہو تو شریف یعنی مکہ کے حاکم اس میں نماز ادا کرسکیں ورنہ اصل مسجد میں وہ مجبور تھے کہ دوسروں کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔ اب جو موجودہ

سلطان نجد ہیں وہ نماز سب لوگوں کے ساتھ کھڑے ہوکر ہی پڑھتے ہیں۔ پس مسجد میں چھوٹے بڑے کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا اور نہ کوئی شخص خواہ کتنا بڑا ہو کسی اور شخص کو خواہ وہ کتنا چھوٹا ہو بیٹھے ہوئے ایک جگہ سے اُٹھا سکتا ہے سوائے قیامِ امن کی ضرورت کے ماتحت کہ وہ بالکل علیحدہ چیز ہیں۔ نماز کیلئے ہر شخص کا حق ہے کہ وہ جہاں چاہے مسجد میں نماز پڑھے۔ پس مسجد ایک ایسی چیز ہے کہ جس میں امیر غریب، چھوٹے اور بڑے کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ امیر اور غریب پہلو بہ پہلو کھڑے ہوتے ہیں اور ایک مزدور بادشاہ کے پہلو میں کھڑا ہوسکتا ہے اور بادشاہ کا حق نہیں کہ اسے روکے۔ تو جب رسول کریم ﷺ نے فرمایا **جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا** تو درحقیقت آپ نے یہ بھی فرما دیا کہ تمام دنیا کے امتیازات میرے ذریعہ مٹا دیئے گئے ہیں کیونکہ مسجد میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا اور نہ اس میں چھوٹے اور بڑے کا کوئی سوال ہوتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس میں کوئی قومی امتیاز نہیں اس کے مقابلہ میں عیسائیوں کو لو تو، ہندوؤں کو لو تو ان کے گرجوں اور مندروں میں ہمیشہ امتیاز ہوتا۔ بلکہ گرجوں میں تو جگہیں بھی مخصوص ہوتی ہیں جو بڑی بڑی رقمیں دیں ان کیلئے خاص کوچ (COACH) ہوتے ہیں۔ یہی حال منادر کا ہے کہ ان میں بھی قومی امتیاز کا خیال رکھا جاتا ہے مگر اسلامی مسجد ان تمام پابندیوں سے آزاد ہے اور جس طرح لوگ آتے ہیں بیٹھتے چلے جاتے ہیں۔ اگر آگے جگہ خالی نہ ہو تو بعد میں آنے والا پیچھے بیٹھ جاتا ہے ورنہ چھوٹے بڑے کا کوئی امتیاز نہیں۔ پس بڑے اور چھوٹے ہونے کے لحاظ سے مساجد میں فرق نہیں کیا جاتا اور نہ مُلکی لحاظ سے مساجد میں فرق کیا جاتا ہے۔ اور میں نے جب کہا ہے کہ مساجد میں نہ مُلکی لحاظ سے فرق کیا جاتا ہے اور نہ بڑے اور چھوٹے ہونے کے لحاظ سے تو درحقیقت میں نے اِس میں ایک استثنائی صورت رکھی ہے۔ مگر وہ استثنائی صورت ایسی نہیں جسے کوئی بھی عقلمند ناجائز قرار دے سکے اور وہ یہ کہ مسجد میں مثلاً ایک پاگل آجائے جس کی عادت یہ ہو کہ وہ لوگوں پر حملہ کر دیتا ہو تو ایسے شخص کو اگر پکڑ کر لوگ مسجد سے نکال دیں تو یہ جائز ہوگا اور یہ امتیاز نہ کہلائے گا کیونکہ اُس شخص کو مشرقی یا مغربی ہونے کے لحاظ سے مسجد سے نہیں نکالا جائے گا بلکہ ضرر رساں اور نقصان دِہ ہونے کی وجہ سے مسجد سے نکالا جائے گا۔ یا اگر کوئی مسجد میں ایسا دشمن آجائے جس کے متعلق شبہ ہو کہ وہ کسی فتنہ اور فساد کی نیت سے آیا ہے تو اگر اسے نماز پڑھنے سے روک دیا جائے

یا بعض صفوں میں اسے بیٹھنے نہ دیا جائے تو یہ امتیاز کیلئے نہیں ہوگا بلکہ اس کی شرارت اور ایذاء سے بچنے کیلئے ہوگا اور شرارت کے روکنے اور امتیاز کو قائم کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ غرض ایک مجنون یا فسادی کو مسجد سے نکالا جا سکتا ہے یا اُس کی نشست پر قید لگائی جا سکتی ہے مگر اس لئے کسی کو مسجد سے نہیں نکالا جا سکتا یا اس پر قید نہیں لگائی جا سکتی کہ وہ دوسروں سے کم مالدار ہے یا ادنیٰ قوم کا ہے یا مشرق کا ہے یا مغرب کا ہے کیونکہ یہ امتیاز ہے اور امتیاز مساجد میں روا نہیں چاہے کوئی ہو۔ بادشاہ ہوں یا فقیر، امیر ہوں یا غریب، چھوٹے ہوں یا بڑے سب ایک صف میں کھڑے ہوں گے، برابر کھڑے ہوں گے اور ان میں کوئی امتیاز نہیں ہوگا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا سے امتیاز مشرق و مغرب اور امتیاز ادنیٰ و اعلیٰ مٹا دیا۔ اور جب ساری دنیا ایک گھر بن گئی تو اب اِس میں کیا حرج ہے کہ کوئی دنیا کے ایک کونے میں رہے اور دوسرا دوسرے کونے میں۔ یہی وجہ ہے کہ جونہی اسلام دنیا میں آیا سفروں کی مشکلات کا خیال تک لوگوں کے ذہن سے مِٹ گیا۔ جتنے بڑے بڑے مسلمان مصنف گزرے ہیں ان سب کی زندگیوں پر غور کر کے دیکھ لو تمہیں معلوم ہوگا کہ کوئی تیس سال سفر میں رہا ہے، کوئی چالیس سال سفر میں رہا ہے، کوئی پچاس سال سفر میں رہا ہے۔ چنانچہ اسی لئے اسلام کے ابتدائی دوسَو سال میں دنیا کے بہترین جغرافیے لکھے گئے ہیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پچاس سال کے اندر اندر مسلمان دنیا میں پھیل گئے اور سَو سال کے اندر انہوں نے دنیا کے جغرافیوں کی بنیاد قائم کر دی اور دوسَو سال کے اندر ایسے جغرافیے لکھے جن پر آج تک جغرافیوں کی بنیاد رکھی جاتی ہے بلکہ ہندوستانیوں نے ہندوستان کا ایسا مکمل جغرافیہ نہیں بنایا تھا جو مسلمانوں نے پہلے دوسَو سال میں ہندوستان کا بنایا۔ ایرانیوں نے ایران کا ایسا مکمل جغرافیہ نہیں بنایا تھا جو عربوں نے ابتدائی دوسَو سال میں ایران کا بنایا۔ اسی طرح سیلون، سٹریٹ سیٹلمنٹس [۲]، جاپان اور چائنا کے جو جغرافیے دنیا میں پائے جاتے ہیں یہ سب جغرافیے ابتدائی دوسَو سال کے عرصہ میں مسلمانوں نے بنائے تھے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اسی لئے کہ مسلمان کسی مُلکی پابندی کے قائل نہ تھے بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ساری دنیا ایک گھر کی طرح بنا دی ہے اور چونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ساری دنیا ہمارے لئے ایک گھر کی طرح بنا دی گئی ہے اس لئے وہ نکل گئے اور دنیا میں پھیل گئے اور انہوں نے وہ خدمات سرانجام دیں جن پر آج

تک فخر کیا جاتا ہے۔ اب وہی خزانہ جو صحابہؓ کو رسول کریم ﷺ سے ملا جماعت احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسّط سے پھر بطورِ ورثہ ملا ہے۔ دنیا کچھ باتیں بنائے، کوئی اعتراض کرے یہ حقیقت ہے کہ تمام دنیا تمہاری میراث ہے اور خدا تعالیٰ نے تمہیں دی ہے۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ ان جائز ذرائع سے جو خدا تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں اسے حاصل کرو اور اس کے حاصل کرنے کا پہلا قدم یہی ہے کہ ہمارے نوجوان دنیا میں نکل جائیں، خود کمائیں اور کھائیں اور تبلیغِ احمدیت بھی کرتے پھریں۔

پس علاوہ اِس تحریک کے کہ مبلّغین کے طور پر نوجوان اپنے آپ کو وقف کریں، پیشہ وروں کے طور پر بھی ہمارے نوجوانوں کو باہر نکلنا چاہئے اس میں ہزاروں بہتریاں ہوسکتی ہیں۔ بسا اوقات انسان ایک مُلک میں عزت نہیں پاتا مگر دوسرے مُلک میں عزت پا جاتا ہے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے نواب ایران اور افغانستان کے معمولی معمولی آدمی تھے جنہیں اپنے ملکوں میں عزت نہ ملی تو وہ ہندوستان آگئے اور یہاں آکر نواب بن گئے بلکہ اب تک ان کی نسلیں نوابی کر رہی ہیں۔ وہ جو اپنے آپ کو اب بنی نوع انسان سے کچھ علیحدہ وجود سمجھتے ہیں خانہ بدوشوں کی طرح ایران اور عرب سے ہندوستان آئے یہاں آکر انہیں کوئی موقع مل گیا اور وہ بڑے بڑے عہدوں پر پہنچ گئے۔ بنگال کے لوگوں کو انگریز فوج میں داخل نہیں کیا کرتے کیونکہ وہ بُزدل سمجھے جاتے ہیں لیکن ساؤتھ امریکہ میں ایک بنگالی جرنیل ہے معلوم نہیں وہ اب زندہ ہے یا نہیں لیکن آج سے دس سال پہلے وہ زندہ تھا۔ پس یہاں تو بنگالی سپاہی کے طور بھی نہیں لئے جاتے لیکن جنوبی امریکہ میں پہنچ کر ایک بنگالی جرنیل بن گیا۔ میں اِس عام قاعدہ کو تسلیم کرتا ہوں کہ جس شخص کی لیاقت کے ظاہر ہونے کا ایک جگہ موقع نہ ملے وہ دوسری جگہ بھی لیاقت ظاہر نہیں کرسکتا لیکن یہ ایک کُلّی قاعدہ نہیں۔ بعض دفعہ ایک چیز ایک جگہ فِٹ نہیں آتی اور ردّی سمجھ کر پھینک دی جاتی ہے مگر دوسری جگہ فِٹ آجاتی ہے۔ ایک اینٹ ایک جگہ معمار رکھتا ہے تو وہ پوری نہیں اُترتی اور معمار اُسے اُٹھا کر پھینک دیتا ہے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک اور جگہ نکل آتی ہے جہاں اُس اینٹ کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ اُس کے سِوا کوئی اور اینٹ لگ ہی نہیں سکتی تب وہ اُس اینٹ کو جسے ردّی سمجھ کر پھینک چکا ہوتا ہے پھر اُٹھاتا اور اُس جگہ لگا دیتا ہے اور اِس طرح اُس کی عزت قائم ہو جاتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے

اپنے متعلق بھی فرمایا ہے کہ میں وہ پتھر ہوں جسے معماروں نے ردّ کر دیا وہی کونے کا پتھر بنا ۔تو کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز سامنے آتی ہے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارے قابل نہیں لیکن وہی ظاہری ناقابل سمجھی جانے والی چیز ایک اور جگہ قابل ثابت ہو جاتی اور اُس کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اِسی طرح بالکل ممکن ہے ہمارے بعض نوجوان یہاں دس روپیہ بھی نہ کما سکیں مگر باہر مُلکوں میں نکل کر کسی حکومت میں وزیر بن جائیں، کسی جگہ جرنیل بن جائیں یا کسی طوائف الملوکی کی حالت میں وہ وہاں کے بادشاہ ہی ہو جائیں۔ یہ اچنبھے کی بات نہیں۔ تاریخ میں اس قسم کی ہزارہا مثالیں ملتی ہیں بلکہ تاریخ کا کیا ذکر ہے بڑی چیز ہمارے لئے قرآن ہے اِس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ دیکھ لو۔ وہی یوسف جس کے متعلق اُس کے بھائی یہ اعتراض کرتے تھے کہ اِس میں قابلیت تو کوئی نہیں ہمارا باپ بِلا وجہ اِس سے محبت کرتا ہے جب مصر میں پہنچے تو اُن کی کتنی بڑی عزت ہوگئی۔ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کے پاس جو کچھ تھا اور جس قدر ان کے پاس دولت تھی اُس کا اِس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک اُونٹ کے بار کی زیادتی جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اُنہیں دے دی تو وہ اِسی پر خوشی سے کُودنے لگ گے اور کہنے لگے ہمیں بہت غلہ مل گیا ہے۔ موجودہ حالات کے لحاظ سے میں سمجھتا ہوں ان کی پندرہ بیس یا تیس روپیہ ماہوار کی آمد تھی اور وہ بیس یا تیس روپیہ ماہوار کی آمد سے حضرت یوسف علیہ السلام کو محروم رکھنا چاہتے تھے لیکن دوسرے مُلک میں جا کر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قابلیت کے ایسے جوہر دکھائے کہ سلطنت کے وزیر بن گئے اور لاکھوں نفوس کی پرورش کرنے لگے۔ پس اِس قسم کی ہزارہا مثالیں ہیں بلکہ آج بھی ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں کہ لوگ اپنے گھروں سے نکلے اور غیر ممالک میں اُنہوں نے خاص عزت اور شُہرت حاصل کر لی۔

یہی مسٹر گاندھی جو ہندوستان کے بہت بڑے لیڈر سمجھے جاتے ہیں انہیں ہندوستان میں عزت حاصل نہیں ہوئی بلکہ ہندوستان میں ناقابل قرار دیئے جانے کی وجہ سے وہ ساؤتھ افریقہ چلے گئے اور وہاں خوب عزت حاصل کی۔ پھر وہاں کی عزت اپنے ساتھ لے کر وہ ہندوستان میں آئے اور انہیں ہندوستان میں بھی عزت مل گئی۔

پس میں نوجوانوں کو اور نوجوانوں سے میری مراد عمر والا نوجوان نہیں بلکہ ہر ہمت والا

شخص مراد ہے کہتا ہوں کہ باہر نکلیں۔ دراصل انسان ہر عمر میں نوجوان رہ سکتا ہے اور نوجوان رہنا اپنے اختیار کی بات ہوتی ہے۔ کئی لوگ جوانی میں ہی بوڑھے ہو جاتے ہیں وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر چلتے ہیں اور کہتے ہیں ہائے جوانی! اور کئی ستّر اَسّی سال کی عمر ہونے کے باوجود ہٹّے کٹّے ہوتے اور اپنے آپ کو جوان محسوس کرتے ہیں۔ پس جوانی عمر کے ساتھ نہیں بلکہ امیدوں، حوصلوں اور اُمنگوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ جو شخص جوان رہنا چاہتا ہے اُسے کوئی بوڑھا نہیں کر سکتا۔ بوڑھا انسان اپنی مرضی سے ہوتا ہے۔ غرض جب میں یہ کہتا ہوں کہ نوجوان باہر نکلیں تو اِس سے میری مراد دل کے نوجوان ہیں نہ سالوں کے۔ اور میں ایسے سب احمدیوں سے کہتا ہوں کہ اِس تحریک کو نظر انداز نہ کریں۔ خدا تعالیٰ نے جب ساری دنیا ان کیلئے مسجد بنا دی ہے تو اب ان کو اپنی میراث سے محروم نہیں رہنا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر سَو دوسَو نوجوان بھی ہماری جماعت کے غیر ممالک میں نکل جائیں تو تھوڑے ہی دنوں میں وہ معلوم کر لیں گے اور جماعت کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ باہر بہت سی عزتیں موجود ہیں۔ غیر مُلک میں جانے پر قدرتی طور پر اُس مُلک کے رہنے والوں کو باہر سے آنے والی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور وہ آنے والے کے متعلق سمجھنے لگتے ہیں کہ نا معلوم اپنے ملک میں اُس کی کتنی بڑی عزت ہے۔

عربوں کو دیکھ لو جب ان میں سے کوئی پنجاب میں آتا تو لوگ اس کی کتنی عزت کرتے ہیں۔ اپنے ملک میں وہ معمولی حیثیت کے ہوتے ہیں اور ہندوستان آتے بھی مانگتے ہوئے ہیں مگر جب ہندوستان پہنچتے ہیں تو ہندوستانی اُنہیں آنکھوں پر بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ عرب صاحب تشریف لائے ہیں، عرب صاحب یہ فرماتے ہیں، عرب صاحب وہ فرماتے ہیں اور اِس طرح وہ جاہل عرب جو کچھ کہہ دے ہندوستانی اسے توجہ سے سنتے ہیں اور اُس کی قدر کرتے ہیں۔ یہی حال ہندوستانیوں کا بھی ہوتا ہے جب وہ کسی باہر کے ملک میں جاتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ بعض علاقوں میں ہندوستانی بدنام ہیں مگر یہ اپنے اختیار میں ہوتا ہے کہ انسان نئی عزت اپنے لئے قائم کر لے۔ یورپ کے مختلف علاقوں میں معمولی حیثیت کے ہندوستانی گئے اور وہ وہاں ہندوستان کے لیڈر سمجھے جانے لگے۔ یہی حال امریکہ کا ہے معمولی پنڈت وہاں چلا جاتا ہے تو وہ ویدانت کا ماہر اور عالم مشہور ہو جاتا ہے۔ امریکن لوگ اُس سے لیکچر دلاتے، اُس کی خاطر تواضع کرتے اور

اُسے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہاں کے لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ اپنے مُلک کا بڑا آدمی ہے حالانکہ ہندوستان میں اُس کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جدید چیز لوگوں کیلئے لذیذ ہوتی ہے۔ تم کسی ہندوستانی کے سامنے یہ کہنے لگ جاؤ کہ لاہور ایک مشہور شہر ہے، اس میں اتنے کالج، اتنے مدرسے اور اتنی درسگاہیں ہیں، اس کے تاریخی مقامات فلاں فلاں ہیں، اتنے باغ ہیں، چار لاکھ کی آبادی ہے تو کوئی اسے دلچسپی سے نہیں سُنے گا بلکہ کہیں گے پاگل ہو گیا یہ ہمیں کیا بتا رہا ہے۔ مگر یہی لیکچر اگر تم امریکہ میں دیتے ہو اور ہندوستان کے شہروں کی کیفیت بتاتے ہو تو وہاں دلچسپ موضوع بن جائے گا کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ لاہور کیسا ہے، کلکتہ کیسا ہے، بمبئی کیسا ہے، پشاور کیسا ہے۔ جس طرح امریکہ والوں کے سامنے اگر تم نیویارک کے حالات بیان کرو تو وہ اسے فضول بات سمجھیں گے اسی طرح ہندوستانیوں کے سامنے ہندوستان کے شہروں کے حالات بیان کرو تو وہ فضول سمجھیں گے لیکن نئی چیز پیش کرو تو ہر کوئی اسے توجہ سے سُنے گا۔ جیسے لنڈن والوں کے سامنے اگر لنڈن کے حالات بیان کئے جائیں تو کوئی نہیں سُنے گا لیکن کسی ہندوستانی کے سامنے بیان کئے جائیں تو وہ بڑی توجہ سے سُنے گا اور دلچسپی لے گا۔ تو جو چیز سامنے ہو اُس کی قدر نہیں ہوتی لیکن جو چیز سامنے نہ ہو اور جس کا علم نہ ہو اُس کے متعلق حالات سننا ہر شخص پسند کرتا ہے۔ تم ہندوستانیوں کے سامنے ہندوستان کے حالات بیان کر کے عزت حاصل نہیں کر سکتے لیکن اگر امریکہ میں ہندوستان کے شہروں اور ہندوستانیوں کی رسوم پر لیکچر دو، یہ بتاؤ کہ ہندوستان میں شادیاں کس طرح ہوتی ہیں، دولہا کس طرح بنتا ہے، سہرا کس طرح باندھا جاتا ہے تو وہاں یہی باتیں لوگ پیسے دے دے کر سُنیں گے کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ ہندوستان میں شادیاں کس طرح ہوتی ہیں۔ تم کسی ہندوستانی مجلس میں پلاؤ کے پکنے کا طریق بیان کرنے لگو تو لوگ اِس بات کو فضول گوئی قرار دیں گے لیکن اگر تم امریکہ میں لیکچر دیتے ہو کہ ہندوستان میں ایک کھانا پلاؤ ہوتا ہے اور وہ اس اس طرح پکایا جاتا ہے، اس کا ذائقہ ایسا ایسا ہوتا ہے تو یہی باتیں وہ تمہیں روپے دے کر تم سے سُنیں گے کیونکہ علم نام ہی اِس چیز کا ہے جسے لوگ نہ جانتے ہوں۔ وہاں کے لوگ ہندوستانیوں کی رسوم کو نہیں جانتے نہ یہ جانتے ہیں کہ یہ کھاتے پیتے کیا ہیں اس لئے وہ اِن باتوں کو توجہ سے سنتے بلکہ روپیہ خرچ کر کے سنتے ہیں۔ اور میں تو سمجھتا ہوں اگر لوگ صرف ہندوستانیوں

کی رسموں، شادی بیاہ کے طریقوں اور تمدّن و معاشرت کے مروّجہ دستور پر نوجوان لیکچر دیتے پھریں تو اِسی سے وہ کافی روپیہ کما سکتے ہیں۔ کیونکہ غیر ملکوں کے لوگوں کو معلوم نہیں کہ ہندوستانی کس طرح شادیاں کرتے ہیں، ان کے کھانے پینے کا کیا طریق ہے، مجلسی قوانین ان میں کیا ہیں، بے شک کوئی شخص ان تمام باتوں کو سیکھ کر یورپین ممالک میں چلا جائے وہاں کے لوگوں میں وہ عالم سمجھا جائے گا۔ یورپ کے علماء کا ایک طبقہ وہ ہے جو فوک لو(FOLK LORE) ہے یعنی پُرانے قصوں کے واقف ہیں۔ کسی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ ہندوستان کے قصے یاد رکھتا ہے، کسی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ ایران کے قصے یاد رکھتا ہے۔ پس جو چیز لوگ نہیں جانتے اُسے علم کہا جاتا ہے اور اُس کی قدر کی جاتی ہے۔ پس ہندوستان کے حالات اور اِس کے رسم و رواج کی واقفیت بہم پہنچا کر بھی بعض مُلکوں میں روزی کمائی جاسکتی ہے۔ اِسی طرح ہندوستان میں سے کئی لوگ یورپین ممالک میں جاتے اور دیسی دواؤں سے بہت بڑا روپیہ کما لیتے ہیں۔ بعض قسم کے امراض دنیا میں ایسے ہیں کہ دنیا خیال کرتی ہے کہ ان کا علاج ہندوستان میں بہتر ہوتا ہے۔ پس اگر ان امراض کو معلوم کر کے اس قسم کی دوائیں ساتھ رکھی جائیں تو بہت سے لوگ بیرونی ممالک میں وہ دوائیں لینے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے مُلک کے راول باہر جاتے اور ہر جگہ کماتے پھرتے ہیں۔ اور تو اور ہمارے ایک احمدی راول ہیں انہوں نے یہ سنایا کہ وہ ایک دفعہ امریکہ گئے وہ آنکھوں کا آپریشن کرنا جانتے تھے۔ وہاں انہوں نے یہ کام کرنا چاہا تو لوگوں نے بتایا کہ اِس جگہ قانوناً آنکھوں کے آپریشن کی آپ کو ممانعت ہے کیونکہ آپ یونیورسٹی کے سند یافتہ نہیں۔ انہوں نے کہا ہم کیا کریں ہم تو یہی ہُنر جانتے ہیں۔ آخر ایک دن وہ بیٹھے ہوئے حُقّہ پی رہے تھے کہ ایک شخص آیا امریکہ میں چونکہ حُقّہ نہیں ہوتا سِگار یا سگریٹ ہوتا ہے اس لئے اس نے حیران ہو کر پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا حُقّہ ہے۔ کہنے لگا اس میں سے آواز بھی آتی ہے؟ وہ کہنے لگا ہاں جب حُقّہ پیا جاتا ہے تو گُڑ گُڑ کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ وہ کہنے لگا اچھا مجھے ٹھیکہ دو میں تمہیں سٹیج بنا دیتا ہوں۔ تم وہاں بیٹھ کر حُقّہ پیا کرو میں ٹکٹ لگا دوں گا لوگ آئیں گے اور تمہیں حُقّہ پیتے دیکھیں گے۔ یہ مان گئے۔ اُس نے سٹیج بنا کر اُس پر انہیں بٹھا دیا اور انہوں نے حُقّہ پینا شروع کر دیا۔ لوگ آتے اور انہیں حُقّہ پیتے دیکھ کر بڑے حیران ہوتے۔ کوئی کہتا کہ یہ گُڑ گُڑ کی آواز کہاں سے آتی ہے، کوئی کہتا

یہ لمبی لمبی کیا چیز ہے، کوئی کچھ کہتا اور کوئی کچھ۔ انہوں نے بتایا اِس ذریعہ سے اُس نے سینکڑوں روپے کمائے اور سینکڑوں ہمیں دیئے۔ حالانکہ حُقّہ بالکل معمولی چیز ہے۔ ہندوستان میں اگر کوئی کسی سے کہے کہ میں حُقّہ پیتا ہوں تم مجھے پیسہ دو تو وہ پیسہ دینے کی بجائے اُسے چپیڑ مارے گا اور کہے گا کہ تم مجھ سے تمسخر کرتے ہو۔ مگر انہوں نے بتایا کہ ہم مہینوں وہاں رہے ہمارا کام یہی تھا کہ ہم روزانہ حُقّہ لے کر سٹیج پر بیٹھ جاتے اور لوگ ٹکٹ لے کر ہمیں حُقّہ پیتے دیکھتے۔ ان کا بیان ہے کہ جب ہم زبان سے واقف ہوئے تو معلوم ہؤا کہ بعض لوگ ہمیں جانور خیال کرتے رہے اور سمجھتے رہے کہ ہندوستان کا کوئی بندر یا ایسا ہی کوئی جانور عجیب قسم کا سگار اِستعمال کرتا ہے۔ غرض ہر مُلک والوں کیلئے غیر مُلک کی چیز اچنبھا ہوتی ہے اور چھوٹی سے چھوٹی چیز سے روپیہ کمایا جا سکتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ تم بھی غیر مُلکوں میں نکل کر اِس قسم کا تماشہ کرو بلکہ میرا یہ مطلب ہے کہ غیر مُلکوں میں ادنیٰ سے ادنیٰ چیز بھی اچنبھا معلوم ہوتی ہے اور اپنی چیز کو اچنبھا بنانا کوئی مشکل نہیں ہوتا صرف لوگوں میں رَو چلانے کی دیر ہوتی ہے۔ آج سے پندرہ بیس سال پہلے ہندوستانی عطر خود ہندوستانیوں نے چھوڑ دیئے تھے اور وجہ یہ بتاتے تھے کہ یہ تیل ہوتا ہے اور کپڑے پر اِس کا داغ لگ جاتا ہے لیکن پچھلے سات آٹھ سال سے یورپ میں بھی ہندوستانی عطر بِکنے لگ گیا ہے اور وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ اِن عطروں میں طاقت ہوتی ہے۔ ہمارے ہندوستانی تو اِسے کپڑوں پر لگانے سے دریغ کرتے ہیں انہوں نے اب اس عطر کو جسم پر مَل مَل کر نہانا شروع کر دیا ہے۔

پس دنیا کے اکثر کام ایک رَو کے ماتحت ہوتے ہیں جب رَو چل جائے تو وہ طبائع میں تغیر پیدا کر دیتی ہے۔ دیکھ لو ہندوستان میں کپڑے موجود تھے، یہاں کپڑے بُننے کے کارخانے بھی تھے مگر جب انگریز آئے تو انہوں نے یہ رَو چلا دی کہ ہندوستان کے کپڑے اچھے نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستانیوں نے خود اپنے کپڑے پھینک دیئے اور غیر ملکوں کے کپڑے پہننے شروع کر دیئے۔ گویا ایک مسمریزم کا عمل ہے جو دنیا میں کیا جاتا ہے۔ کسی کو تم یقین دلا دو کہ فلاں چیز مفید ہے وہ اسے مفید سمجھنے لگ جائے گا اور کسی کو تم یقین دِلا دو کہ فلاں چیز مُضِرّ ہے وہ اسے مُضِرّ سمجھنے لگ جائے گا۔ پس دنیا کا بیشتر حصہ مسمریزم کے عمل کے ماتحت ہے۔ ایک کو یقین دِلا دو کہ فلاں چیز اچھی ہے وہ اسے اچھی کہنے لگ جائے گا۔ اور اگر یقین دلا دو کہ یہ خراب ہے تو وہ اسے

خراب سمجھنے لگ جائے گا پس ضرورت ہے کہ لوگوں کے نقطۂ نگاہ کو تبدیل کیا جائے۔ تم یورپ میں کوئی چیز لے کر جاؤ اُسے اگر خوبی سے پیش کرو گے تو لوگ اُس کی قدر کرنے لگ جائیں گے۔ مثلاً فرض کرو تم یورپ میں پان لے کے جاؤ اور کہنا شروع کر دو کہ اِس سے معدے کو تقویت حاصل ہوتی اور کھانا اچھی طرح ہضم ہوتا ہے اور نمونہ کے طور پر کسی عورت یا بوڑھے آدمی کو دے دو تو دوسرے ہی دن وہ کہنے لگے گا کہ آج کھانا مجھے اچھی طرح ہضم ہوا ایک پان مجھے اور دے دو۔ تو دنیا میں لوگوں کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا کوئی مشکل نہیں ہوتا بشرطیکہ جو چیز پیش کی جائے اُس سے لوگوں کو واقعہ میں فائدہ ہو۔ لُوٹ زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی دیرپا وہی چیز ہوتی ہے جو نفع رساں ہو۔ ہمارے مُلک میں کئی مفید چیزیں موجود ہیں مگر مغربی اثر سے متأثر ہو کر خود ہمارے مُلک کے لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ مثلاً ہماری ہندوستانی طِبّ نہایت اعلیٰ درجہ کی باتیں اپنے اندر رکھتی ہے اور اب تک بعض امراض کا دیسی طب میں ایسا اعلیٰ اور مکمل علاج موجود ہے کہ یورپ والے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے مگر ایک خیالات کی رَو تھی جو انگریزوں نے چلا دی کہ انگریزی دوائی اچھی ہے اور دیسی دوائی بُری۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستانیوں نے بھی اپنی طبّ کو چھوڑ دیا اور انگریزی طب کے شیدا ہو گئے۔ حالانکہ کئی امراض ایسے ہیں جن میں انگریزی دوائیاں ناکام رہتی ہیں اور دیسی دوائیاں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ مثلاً گُردوں کی پتھری ہے کئی لوگوں نے مجھے بتایا کہ اس میں ڈاکٹری علاج سے انہیں فائدہ نہ ہوا اور ڈاکٹر آپریشن کے بغیر اس کا کوئی علاج نہ بتاتے تھے مگر یونانی دواؤں سے بغیر آپریشن کے فائدہ ہو گیا۔ دو سال ہوئے میری لڑکی امۃ الرشید انتڑیوں کے درد سے بیمار ہوئی ڈاکٹروں نے بتایا کہ یہ اپنڈے سائٹس ہے اور اِس کا آپریشن کے بغیر اور کوئی علاج نہیں۔ لاہور کا جو سب سے بڑا سرجن ہے اُس نے کہا کہ تین چار دن تک آپریشن ہو جانا چاہیئے ورنہ لڑکی کی جان کا خطرہ ہے اور میرے کہنے پر انہوں نے نرسوں وغیرہ کا سب انتظام کر لیا لیکن اسی عرصہ میں مجھے خیال آیا کہ کسی ماہر طبیب سے بھی علاج کروا کر دیکھ لیا جائے اور لاہور کے مشہور طبیب حکیم نیّر واسطی صاحب کو میں نے بُلوایا۔ انہوں نے جو دوا تجویز کی اُس کی پہلی خوراک سے ہی درد میں خاصی تخفیف ہو گئی اور دوسرے دن تک درد بہت کم ہو گیا حالانکہ مریضہ دو ہفتہ سے شدید تکلیف میں مبتلا تھی۔ پس بہت سی خوبیاں ہماری طبّ میں موجود ہیں مگر انگریزوں نے چونکہ

خیالات کی یہ رَو چلادی کہ ہندوستانی کچھ نہیں جانتے اِس لئے ہمارے لوگ بھی سمجھنے لگ گئے کہ ہمارے طبیب کچھ نہیں جانتے۔ اِس رَو کے مقابلہ میں اگر ہم بھی ایک رَو چلادیں کہ ہم سے بہتر علاج اور کون کرسکتا ہے فلاں مرض میں دیسی طریق علاج کا انگریزی طریق علاج مقابلہ نہیں کرسکتا، فلاں مرض میں انگریزی دوائیں ناکام رہتیں اور دیسی دوائیں اثر کر جاتی ہیں تو تھوڑے ہی عرصہ میں لوگ دیسی دواؤں کے دِلدادہ ہو جائیں۔

غرض دنیا میں جہاں حقائق لوگوں کی طبائع پر اثر کیا کرتے ہیں وہاں پروپیگنڈا بھی ایک حد تک اثر کیا کرتا ہے اور بعض دفعہ تو حقائق کو پروپیگنڈا کی رَو دبا دیتی ہے اور میں سمجھتا ہوں ہمارا فرض ہے کہ جو رَو ایسی چلائی گئی ہے جس نے علم کو جہالت میں تبدیل کر دیا ہے اس کے خلاف ایک رَو چلا کر علم کو پھر علم کی صورت میں دنیا پر ظاہر کر دیں۔ اِس طرح نہ صرف اپنے گزارہ کی صورت نکل سکتی ہے بلکہ اور ہزاروں آدمیوں کی بیکاری دُور ہوسکتی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ہمت والوں کیلئے دنیا میں کامیابی کے اتنے راستے کھول رکھے ہیں جن کی کوئی انتہاء نہیں۔ مزدوری کے پیشہ سے لے کر بادشاہ بننے تک کے رستے کُھلے ہیں مگر انہی لوگوں کیلئے جو اپنے ملک سے باہر جاتے ہیں۔ چنانچہ بادشاہت کے لحاظ سے ہٹلر کو دیکھ لو وہ گو لفظاً بادشاہ نہیں کہلاتا لیکن اختیارات کے لحاظ سے کئی بادشاہوں سے زیادہ ہے۔ وہ جرمن کا نہیں بلکہ آسٹریا کا رہنے والا ہے۔ یونان میں وینزویلا ایک زمانہ میں سب سے زیادہ طاقتور رہا ہے مگر وہ یونان کا نہیں بلکہ ایک جزیرہ کا رہنے والا ہے جو ترکوں کے ماتحت ہوا کرتا تھا۔ آئرلینڈ کا لیڈر ''ڈی ولیرا'' آئرلینڈ کا نہیں بلکہ امریکہ کا ہے۔ اسی طرح اور بھی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بڑے بڑے آدمی جو بعض مُلکوں میں ڈکٹیٹر، لیڈر اور بادشاہوں کی طرح سمجھے جاتے ہیں وہ ان مُلکوں کے باشندے نہیں بلکہ باہر سے وہاں آئے لیکن انہوں نے وہاں کے رہنے والوں کی ایسی سچی خیر خواہی کی اور اپنے مفاد کو ان کے مفاد کے ساتھ وابستہ کیا کہ اپنے لئے ملک میں ایک خاص مقام حاصل کرلیا۔ انگریزوں کو ہی دیکھ لو یہ ہندوستان میں کس طرح آئے اور یہاں کے حکمران بن گئے۔

پس علاوہ تبلیغی طور پر باہر جانے کے ہمارے نوجوان جنہیں خدا تعالیٰ سمجھ دے اور جنہیں یہاں عزتیں نہیں ملتیں ہندوستان کو چھوڑ کر غیر ممالک میں چلے جائیں۔ اگر ان کے پاس روپیہ نہیں

تو اس ارادہ کے پیدا ہونے کے بعد انہیں روپیہ کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوگی۔ رنگون سے ابھی ہماری جماعت کے دو دوستوں کا مجھے خط ملا ہے، ان میں سے ایک جالندھر کا رہنے والا ہے اور ایک اسی جگہ کے قریب کسی اور مقام کا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہم آپ کی اِس تحریک کے ماتحت گھر سے پیدل چل پڑے اور اب پیدل چلتے ہوئے رنگون پہنچ گئے ہیں اور آگے کی طرف جا رہے ہیں۔ کُجا جالندھر اور کُجا رنگون، پندرہ سَو میل کا سفر ہے لیکن انہوں نے ہمت کی اور پہنچ گئے۔ راستہ میں بیمار بھی ہوئے لیکن دو ماہ بیمار رہنے کے بعد پھر چل پڑے اب وہ سٹریٹ سیٹلمنٹس کے علاقہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ تو ہمت کر کے کام کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے کام کے راستے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ ہمارے نوجوان ہمت کر کے باہر نکل جائیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ جنہیں یہاں کام کا موقع ملا ہؤا ہے وہ بھی باہر چلے جائیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کو یہاں کام نہیں ملتا وہ باہر جائیں اور جنہیں یہاں کام ملا ہؤا ہے وہ یہاں کام کریں۔ اور میں نے جیسا کہ بتایا ہے اِس کیلئے روپوں کی ضرورت نہیں۔ اگر ہمت کریں تو وہ پیدل بھی جا سکتے ہیں۔

دوسری تحریک جسے آج میں پھر دُہرانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جب کام بڑھتے ہیں تو اس وقت کام کرنے والوں کی ضرورت ہؤا کرتی ہے اور اگر کام کرنے والے نہ ملیں تو کئی ضروری کام رہ جایا کرتے ہیں۔ ہمیں بھی سلسلہ کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیشِ نظر اس وقت ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو ہمت، طاقت اور صحت رکھتے ہوں۔ مثلاً بیکاروں کو کام پر لگانے کی تحریک جو میں نے کی ہے اس میں کئی ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو ان کاموں کی نگرانی کر سکیں۔ آخر یہ کام یونہی نہیں ہو جائیں گے بلکہ ان کیلئے نگرانوں کی ضرورت ہوگی اور ہمارے پاس پہلے ہی کام کرنے والے آدمی کم ہیں پھر ان کاموں کی نگرانی کیلئے کہاں سے آدمی میسّر آئیں گے۔ اِس غرض کیلئے میں نے تحریک کی تھی کہ ہماری جماعت میں جو لوگ پنشنر ہیں وہ خدماتِ سلسلہ کیلئے اپنی زندگی وقف کریں۔ ساری عمر انہوں نے دنیا کے کاموں میں گزار دی اب کیوں وہ اِس کام کو اختیار نہیں کرتے جس کے کرنے سے انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔ بے شک یہ کام تجارتی ہوگا مگر سوال یہ ہے کہ یہ تجارت کس لئے ہوگی؟ جب یہ تجارت غرباء و مساکین اور یتامیٰ و بیوگان کے فائدہ کیلئے ہوگی تو یقیناً اِس تجارت میں حصہ لینا بھی ویسی ہی عبادت ہے جیسے نماز عبادت ہے، جیسے

روزہ عبادت ہے، جیسے زکوٰۃ عبادت ہے، جیسے حج عبادت ہے۔ آخر صدقہ و خیرات نماز کی طرح عبادت میں داخل ہے یا نہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ کام عبادت نہ ہو جو صرف غرباء کے فائدہ کیلئے کیا جائے گا۔ اگر ایک غریب کو صدقہ دینا نیکی ہے تو غریبوں کو پیشے سکھانا، بیواؤں اور یتیموں کیلئے کام مہیا کرنا اور ان کی زندگی کو سنوارنا کیوں نیکی نہیں۔ اِسی طرح کے اور بھی بہت سے کام ہیں جو تحریک جدید کے ماتحت نکلیں گے۔ پس ان کاموں کے لئے ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جنہیں کچھ تجربہ بھی ہو، صحت بھی اچھی ہو اور جن میں ابھی طاقت ہو۔ ایسے بوڑھے نہیں چاہئیں جو کام سے رہ چکے ہوں بلکہ وہ زیادہ عمر والے جو اَبھی جواں ہمت ہوں، چلنے پھرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور دس بارہ گھنٹے متواتر اگر انہیں کام کرنا پڑے تو کر سکتے ہوں ایسے لوگوں کی ہمیں ضرورت ہے۔ پنشن لینے کے بعد ہر شخص ناکارہ نہیں ہو جاتا بلکہ دنیا کا تجربہ یہ ہے کہ پنشن لینے کے بعد جو شخص کام نہیں کرتا وہ ناکارہ ہو جاتا ہے۔ ہمارے نانا جان میر ناصر نواب صاحب نے پنشن لینے کے بعد سلسلہ کا کام کرنا شروع کیا۔ وہ قریباً ۷۶ سال کی عمر میں فوت ہوئے ہیں مگر سوائے آخری دو سالوں کے اُن کی طاقتیں اتنی اعلیٰ تھیں کہ کام کرتے وقت نوجوان اُن سے پیچھے رہ جایا کرتے تھے۔ میں نے ہمیشہ ان کے منہ سے سنا جب کسی نے کہنا کہ آپ اب کیوں کام کرتے ہیں؟ تو وہ کہتے میں نے دیکھا ہے جو لوگ پنشن لینے کے بعد کام نہیں کرتے وہ جلدی مر جاتے ہیں اور واقعہ میں کثرت سے ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ اِدھر لوگوں نے پنشن لی اور اُدھر فوت ہو گئے۔ اِس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انہیں کام کرنے کی عادت ہوتی ہے مگر جب گھر میں آ کر بالکل فارغ بیٹھ رہتے ہیں تو آہستہ آہستہ طبیعت پر یہ خیال غالب آ جاتا ہے کہ ہم بُڈّھے ہو گئے اور اِس طرح ناکارہ رہ کر بیمار ہو جاتے اور مر جاتے ہیں۔ اگر وہ کام کرتے رہتے تو بُڈّھے ہونے کا سوال ہی ان کے دل میں پیدا نہ ہوتا۔ پس نکمّے بیٹھے رہنے سے عمریں کم ہو جاتی ہیں پھر ان کے وجود سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچتا گویا وہ زندگی نہ اپنے لئے مفید ہوتی ہے نہ دوسروں کیلئے۔

پس میں نے تحریک کی تھی کہ دنیا کا کام اور حکومت کا کام کرنے کے بعد جو لوگ فارغ ہو جاتے ہیں انہیں کم از کم پنشن کے بعد کا وقت تو خدا تعالیٰ کیلئے وقف کرنا چاہئے تا مرنے کے بعد وہ خدا تعالیٰ سے کہہ سکیں کہ اے خدا! ہمیں اپنی زندگی میں جو وقت فُرصت کا ملا اُسے ہم نے تیرے

دین کیلئے وقف کر دیا تھا۔ اِس وقت بھی مرکز میں بعض ہمت رکھنے والے پنشنر اِسی تحریک کے ماتحت کام کر رہے ہیں مثلاً خان صاحب فرزند علی صاحب، بابو سراج الدین صاحب، خان صاحب برکت علی صاحب، مرزا عبدالغنی صاحب، ملک مولا بخش صاحب، خان بہادر غلام محمد صاحب اور بعض اور بھی ہوں گے جن کے نام مجھے اِس وقت یاد نہیں۔ وہ روٹی سرکار سے کھاتے ہیں اور کام خدا تعالیٰ کا کرتے ہیں۔ لیکن میں یہ کس طرح تسلیم کرلوں کہ ہماری جو لاکھوں کی جماعت ہے اس میں یہ پانچ سات ہی پنشنر ہیں اور کوئی نہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس سے کہیں زیادہ تعداد میں پنشنر ہماری جماعت میں ہیں وہ ذرا ہمت سے کام لیں اور ارادہ پیدا کریں تو کافی تعداد میں کام کرنے والے ہمیں مل سکتے ہیں۔ پس آج میں پھر اُن دوستوں کو جو پنشنر ہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ سلسلہ کی خدمات کیلئے اپنے آپ کو وقف کریں تا ان کی زندگی کے آخری ایام اللہ تعالیٰ کی رضا اور بنی نوع انسان کی بہتری کے کاموں میں صَرف ہوں۔ اس سے زیادہ کسی انسان کی خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ بغیر قربانی کے اُسے ثواب ملتا جائے۔ پنشنر کو کھانے پینے اور پہننے کیلئے روپیہ کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے گزشتہ زندگی کے کام کے بدلہ میں اسے روپیہ مل رہا ہوتا ہے خواہ وہ ماہوار پنشن کی صورت میں یا پراویڈنٹ فنڈ کی صورت میں۔ اب بقیہ زندگی میں وہ دین کی خدمت کر کے مُفت میں ثواب حاصل کر سکتا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا وارث ہو سکتا ہے۔ پھر میں نہیں سمجھتا وہ کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو خدمتِ دین کیلئے کیوں پیش نہیں کرتے؟ یہ مت خیال کرو کہ اتنے کام کس طرح نکل سکتے ہیں؟ ہزاروں کام ایسے ہیں جو ہم نے کرنے ہیں، ہزاروں قسم کی اصلاحات ہیں جو ہم نے رائج کرنی ہیں، پھر غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کی ترقی کیلئے بیسیوں پیشے ہیں جو ہم نے سکھانے ہیں، اِسی طرح علمی ترقیات کیلئے بیسیوں تحریکات جاری کی جا سکتی ہیں اور جاری کرنی پڑیں گی، پھر اقتصادی ترقی کیلئے بیسیوں کام ہیں جو ہم نے کرنے ہیں۔ اور درحقیقت یہ دنیا مقابلہ کی دنیا ہے اس میں جس شخص نے مقابلہ کو ایک منٹ کیلئے بھی بھُلا یا وہ گیا۔ قرآن کریم نے **فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ** [5] کہہ کر اور ایک جگہ **وَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا** [6] فرما کر اِسی امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اِس دنیا میں مقابلہ ہو رہا ہے تمہارا فرض ہے کہ اِس مسابقت میں سب سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔

پس اِس مقابلہ کی دنیا میں ایک منٹ کیلئے بھی اگر کوئی مقابلہ کو بھُول جاتا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں اپنی ترقی کے راستہ کو روکتا اور تنزل کے گڑھے میں گِر جاتا ہے۔ تم سمجھ لو کہ دنیا کیا ہے؟ ایک پاگل خانہ ہے جس میں ہر شخص شور وغوغا کررہا ہے۔ اگر اِس میں تمہاری آواز بلند نہیں تو وہ دوسری آوازوں کے مقابلہ میں دب جائے گی اور اگر تم اپنی آواز بلند کرلو تو دوسروں کی آوازیں دب جائیں گی۔ پس جس قسم کی دنیا خداتعالیٰ نے بنائی ہے اِس کے مطابق تمہیں رہنا چاہئے اور اگر تم نہیں رہتے تو دنیا میں ترقی کا کوئی کام نہیں کرسکتے۔ ہاں ضرورت اِس بات کی ہے کہ خداتعالیٰ کے قوانین کے مطابق کام کیا جائے۔ لُوٹ مار، دغا اور فریب انسان کو تباہ کردیتا ہے اور ایسے شخص کے کام سے برکت اُڑ جاتی ہے۔ پس تم لوگوں کا مقابلہ کرو مگر اِس لئے نہیں کہ اُنہیں لُوٹو بلکہ اِس لئے کہ انہیں فائدہ پہنچاؤ۔ بہرحال مقابلہ کی روح ضروری ہے اور ہمارے کام کی وُسعت کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ پنشنر ہیں وہ یہاں آئیں اور سلسلہ کے کاموں میں انتہائی سرگرمی کے ساتھ حصہ لے کر مختلف شعبوں میں جماعت کو ماہر بنانے کی کوشش کریں۔

ایک تحریک میں نے یہ کی تھی کہ دوست قادیان میں مکانات بنائیں۔ میں آج اِس تحریک کی طرف بھی دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ مکانات خداتعالیٰ کے فضل سے جماعت بنوارہی ہے اور پہلے سے زیادہ تعداد میں بنوارہی ہے لیکن ابھی اس کی طرف اور زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ ہر مکان جو قادیان میں بنتا ہے وہ احمدیت کو زیادہ مضبوط کردیتا ہے تم قادیان میں مکان بنا کر صرف اپنی جائداد نہیں بناتے بلکہ اس کے ساتھ ہی خداتعالیٰ کی جائداد بھی بڑھاتے ہو۔ ہر اینٹ جو تمہارے مکان میں لگائی جاتی ہے وہ صرف تمہارے مکان کو مضبوط نہیں کرتی بلکہ سلسلہ اور اسلام کو بھی مضبوط کرتی ہے۔ پھر جس قدر قادیان میں عمارتیں بنیں گی اُسی قدر دوسری آبادی بھی ترقی کرے گی۔ جب قادیان میں کھانے والے بڑھیں گے تو ایسی دُکانیں بھی بڑھیں گی جو ان کیلئے آٹا وغیرہ مہیا کریں، ایسی دُکانوں کا راستہ بھی کھلے گا جو کپڑے مہیا کریں، ایسے آدمیوں کیلئے بھی گنجائش نکلے گی جو گھروں کی صفائی کریں۔ پس ہر مکان جو بنایا جاتا ہے وہ اور مکانوں کیلئے بھی راستہ کھولتا ہے اور پھر سب مکان مل کر احمدیت کی مضبوطی کا موجب بنتے ہیں۔ پس جو دوست ابھی تک یہاں مکان نہیں بنوا سکے انہیں چاہیئے کہ وہ مکان بنوائیں اور جو قادیان میں رہنے والے ہیں انہیں بھی

چاہئے کہ مکانات بنائیں۔ قادیان میں مکانات بنانا دنیا نہیں بلکہ دین ہے۔ چنانچہ دیکھ لو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بکثرت یہ الہام ہوا کہ وَسِّعْ مَکَانَکَ۔ وَسِّعْ مَکَانَکَ۔ وَسِّعْ مَکَانَکَ ۔ یعنی اپنے مکانوں کو بڑھاؤ اور انہیں ترقی دو۔ یہ الہام صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیلئے ہی نہیں تھا بلکہ اِس الہام میں جماعت بھی مخاطب تھی اور اِسے بتایا گیا تھا کہ یاد رکھو اگر تم دشمنوں کے حملوں اور ان کی شرارتوں اور ایذاء رسانیوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو اِس کا ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ کہ مرکزِ سلسلہ میں مکانات بنواتے چلے جاؤ۔ یہ وَسِّعْ مَکَانَکَ کا متواتر الہام درحقیقت آئندہ زمانہ کے متعلق ایک پیشگوئی تھی اور اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ جب کبھی احمدیوں کو مشکل پیش آئے گی اور وہ خدا تعالیٰ کے حضور اس التجاء کے ساتھ جھکیں گے کہ الٰہی! ہم کیا کریں؟ تو ہماری طرف سے انہیں یہ کہا جائے گا کہ وَسِّعْ مَکَانَکَ اپنے مکانات کو اور زیادہ وسیع کر دو اور اَور زیادہ مرکز کو مضبوط کرو۔ اس پیشگوئی کو پورا کرنا اب آپ لوگوں کا کام ہے اور گو بیسیوں نے اِس کو پورا کیا مگر بیسیوں ایسے بھی ہیں جنہوں نے ابھی تک اِس طرف توجہ نہیں کی۔ میں پھر انہیں توجہ دلاتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ ان کے ربّ نے ان کی مصیبتوں کا علاج یہ بتایا ہے کہ وَسِّعْ مَکَانَکَ۔ اپنے مکانوں کو وسیع کرو اور اس طرح مرکز سلسلہ کو مضبوط کر کے دشمن کو اس پر حملہ کرنے کی طرف سے بالکل ناامید کر دو۔ پھر اسی الہام میں وَسِّعْ مَکَانَکَ کہہ کر اِس امر کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ جب مشکلات آئیں تو اُس وقت زمین پر پھیل جانا اور اپنی تعداد کو بڑھانے کی کوشش کرنا۔

پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری ترقی کا ایک ذریعہ ایک طرف تو تمہیں یہ بتایا ہے کہ اپنے مرکز کو مضبوط کرو اور دوسری طرف یہ بتایا ہے کہ تم چین اور جاپان اور امریکہ اور افریقہ اور سٹریٹ سیٹلمنٹس اور دوسرے ممالک میں چلے جاؤ اور دنیا میں پھیلتے چلے جاؤ یہاں تک کہ کوئی قوم تمہارا مقابلہ نہ کر سکے۔ یاد رکھو بہترین جرنیل دنیا میں وہی سمجھا جاتا ہے جو اپنی فوج کو عقل کے ساتھ پھیلا سکے۔ میرے مخاطب اِس وقت وہ ہیں جو فوجی ہُنر کو نہیں جانتے اور انہیں خطاب کرنے والا وہ شخص ہے جس نے کبھی اپنے ہاتھ سے تلوار نہیں چلائی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے علم دیا اور ہر قسم کا علم دیا ہے۔ میں نے کبھی فوجی علم پر کوئی کتاب نہیں پڑھی، میں نے کبھی فوجی پریڈ نہیں دیکھی، میں

نے کبھی فوجی جنگ نہیں دیکھی۔ مگر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اگر چاہوں تو فوجی نظام پر ایک کتاب لکھ سکتا ہوں اور مَیں الٰہی علم کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ بہترین جرنیل وہی ہے جو فوج کو عقل کے ساتھ پھیلا سکتا ہے۔ یعنی بغیر اِس کے کہ دشمن کو اپنے کسی کمزور مقام پر حملہ کرنے کا موقع دے وہ اپنی فوج کو پھیلاتا چلا جائے کیونکہ اِس طرح دشمن ہمیشہ اس کے نرغہ میں گِھر جانے کا خطرہ میں رہتا ہے۔ پس اس کی دانائی یہ ہے کہ وہ اپنے کمزور مقاموں کا دشمن کو پتہ نہ لگنے دے تا دشمن اس پر حملہ نہ کردے لیکن اپنے لشکر کو پھیلاتا چلا جائے تا دشمن اس کے نرغہ میں گِھر جائے۔ یہ وہی وَسِّعْ مَکَانَکَ والی پالیسی ہے جس کا خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام میں ذکر فرمایا اور ہمیں بتایا کہ جب دشمن تم پر حملہ کرے تو وَسِّعْ مَکَانَکَ کے حکم پر عمل کرنا یعنی اور پھیل جانا۔ پھر حملہ کرے تو اور زیادہ پھیل جانا۔ پھر حملہ کرے تو اور زیادہ پھیل جانا۔ پس اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہاں قادیان میں بڑھنے کا حکم دیا وہاں ساری زمین پر پھیل جانے کا بھی حکم دیا ہے۔ قرآن کریم میں بھی یہ علم موجود ہے اور دراصل قرآن ہی تمام علوم کا اصل منبع ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات تو اِس کی تشریح ہیں مگر قرآن مجید سے یہ معارف وہی نکال سکتا ہے جو اپنے دل کی آنکھیں کھول کر اسے پڑھے۔ پس یہ دو چیزیں ہیں جن پر جماعت اگر عمل کرے تو وہ دشمن کے حملہ سے بالکل محفوظ ہو جائے۔ یعنی قادیان میں مکانات بناتے جاؤ اور دنیا میں پھیلتے جاؤ یہاں تک کہ ساری دنیا پر تمہارا قبضہ ہو جائے۔ جو جماعتیں ایک جگہ رہتی ہیں وہ ہمیشہ کچلی جاتی ہیں۔ اگر ہماری جماعت پنجاب میں محدود ہوتی تو سوچو پچھلا زمانہ کتنا خطرناک آیا تھا اور کیا اگر ہماری جماعت صرف پنجاب میں محدود ہوتی تو وہ کُچلی نہ جاتی؟ اب بھی خطرہ کچھ کم نہیں ہوا صرف اس نے اپنی شکل بدل لی ہے ورنہ خطرہ پہلے سے بڑھ گیا ہے۔ میں اس کی تفصیلات میں نہیں پڑ سکتا مگر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خطرہ پہلے سے زیادہ ہو گیا ہے۔ حکومت کی طرف سے بھی اور احرار کی طرف سے بھی۔ جب انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ قوم بیوقوف نہیں کہ یونہی آسانی سے اِسے پکڑا جا سکے تو ان کے حملہ نے اب عقلمندانہ شکل اختیار کر لی ہے۔ بے شک جماعت کے خلاف بدظنّی ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی مگر وہ افسر جو اِس دھوکا میں ہیں کہ ہماری جماعت حکومت کے خلاف بغاوت کی تعلیم دینے لگ گئی ہے جب ان کی آنکھیں کُھلیں گی اُس وقت اَور

موجودہ وقت میں جو فاصلہ ہے وہ کس طرح طے ہوسکتا تھا؟ اور حکومت کے وہ افسر جن کے دلوں میں ہماری مخالفت ہے ان کے ظلم سے بچنے کا ہمارے پاس کونسا ذریعہ تھا؟ وہ ذریعہ یہی تھا کہ ہماری جماعت پھیلی ہوئی تھی۔ اگر پنجاب کے افسر ہمارے متعلق یہ کہتے کہ یہ جماعت باغی ہے تو یو۔پی، بمبئی، بہار، بنگال اور دوسرے صوبوں کے افسر کہتے ہیں کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ احمدی جماعت تو حکومت کی وفادار ہے۔ چنانچہ ہمارے ماتحت جو احمدی رہتے ہیں انہوں نے کبھی کوئی باغیانہ حرکت نہیں کی بلکہ بغاوت سے لوگوں کو روکنا ان کا طریق ہے۔ اور اگر پنجاب میں احرار ہمارے متعلق کہتے کہ یہ اسلام کے دشمن ہیں اور ان سے زیادہ بُرا اور کوئی نہیں تو دوسرے صوبوں میں جو لوگ بستے وہ کہتے احرار جھوٹ کہتے ہیں احمدیوں سے زیادہ شریف اور نیک تو ہم نے کوئی دیکھا ہی نہیں۔ اگر یہ پھیلاؤ ہماری جماعت کو حاصل نہ ہوتا تو ہماری بدنامی میں کون سی کسر باقی تھی۔ احرار اور پنجاب گورنمنٹ کے بعض افسروں نے ہمیں بدنام کرنے کی پوری کوشش کی مگر چونکہ ہماری جماعت کو پھیلاؤ حاصل تھا اور لوگ ہمارے حالات کو جانتے تھے اس لئے ان کی باتوں نے کوئی اثر نہ لیا۔ بلکہ ایک اعلیٰ انگریز افسر سے ہمارے ایک دوست ملے تو وہ کہنے لگے مَیں حیران ہوں پنجاب کے افسروں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ آپ کی جماعت کے خلاف رپورٹیں کرنے لگ گئے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ وہی کچھ کرتے ہیں جس کے کرنے کا آپ کو مرکز سے حکم ملتا ہے اور آپ لوگ تو حکومت کے بڑے خیرخواہ ہیں پھر میں نہیں سمجھ سکتا پنجاب کے بعض افسروں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ آپ کے خلاف ہیں۔ اسی طرح اَور بیسیوں افسر ہیں جنہوں نے حکومتِ پنجاب کے بعض افسروں کے رویہ پر اظہارِ تعجب کیا۔ پھر چونکہ ہماری جماعت اِنگلستان میں بھی موجود ہے اس لئے جب پنجاب کی خبریں اِنگلستان جاتی ہیں اور وہ ہمارے آدمیوں کو دیکھتے ہیں تو وہاں کے افسر حیران ہوتے ہیں کہ یہ تو ہمارے دوست ہیں، ہم سے مِلنے جُلنے والے ہیں ہم جانتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ کے بدخواہ نہیں بلکہ وفادار ہیں پھر پنجاب کے بعض افسروں کو کیا ہوگیا کہ وہ ایک پُرامن اور اطاعت شعار جماعت کے خلاف رپورٹیں کرنے لگ گئے ہیں۔ چنانچہ کئی ریٹائرڈ گورنر ہیں جنہوں نے اِس قسم کے خیالات کا اظہار کیا اور بعض نے تو اس موقع پر ہیں تحریریں دی ہیں جو ہمارے پاس موجود ہیں۔ اِن تحریروں میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہم جانتے ہیں

یہ جماعت وفادار ہے باقی رہی شورشیں سو وہ ہماری موجودگی میں بھی اس جماعت کے خلاف ہوا کرتی تھیں۔مگر ہم تجربہ سے کہہ سکتے ہیں کہ صرف دشمن اس جماعت کو بدنام کرنے کی کوشش کرتا تھا۔پس یہ وَسِّعْ مَكَانَكَ والے الہام پر عمل کرنے کا نتیجہ تھا کہ ہماری جماعت ان حملوں سے محفوظ رہی ورنہ اگر انگلستان میں ہمارا مشن نہ ہوتا، اگر سندھ، بمبئی، یو پی، بنگال اور بہار وغیرہ میں ہماری جماعتیں نہ ہوتی تو حکومتِ پنجاب کے چند نمائندوں کی رائے ہمارے حق میں قبول کی جاتی اور ہمیں بہت بڑا نقصان پہنچتا۔اِسی طرح پنجاب میں تو احرار ہمیں بدنام کرتے ہیں لیکن اور مختلف صوبے جہاں احرار کا زور نہیں وہاں کے لوگ جب ان باتوں کو سنتے ہیں تو حیران ہوکر کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو کیا ہوگیا۔پس توسیع مکانات سے جماعت محفوظ ہوجاتی اور ہر قسم کے حملہ سے بچ جاتی ہے خواہ وہ دینی ہو یا دُنیوی۔

پھر روحانی لحاظ سے بھی جماعت کی توسیع ضروری ہوتی ہے کیونکہ روحانیت کی بھی ایک رَو ہوتی ہے جو بعض مُلکوں میں دب جاتی ہے اور بعض میں زور سے چل پڑتی ہے۔پس اگر مختلف ممالک میں جماعتیں نہ ہوں تو اس روحانی رَو کے مٹ جانے کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔مثال کے طور پر دیکھ لو ایک مُلک میں غلہ زیادہ ہوتا ہے مگر دوسرے ملک میں اُنہی دنوں قحط پڑا ہوتا ہے۔ایک میں ایک سال کپاس زیادہ ہوتی ہے تو دوسرے میں ماری جاتی ہے۔ایک میں ایک سال گنّا زیادہ ہوتا ہے اور دوسرے ملک میں نہیں ہوتا۔یہی حال روحانی حالتوں کا بھی ہوتا ہے ایک وقت میں ایک ملک میں مخالفت زوروں پر ہوتی ہے مگر دوسرے ملک میں مخالفت نہیں ہوتی۔پس جہاں مخالفت ہوتی ہے وہاں سلسلہ کی ترقی رُک جاتی اور جہاں نہیں ہوتی وہاں ہوتی رہتی ہے۔اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی ملک میں بھی جماعت کی مخالفت ہو رہی ہو اُسے مٹنے کا خطرہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ باقی ممالک میں ترقی کر رہی ہوتی ہے۔پس روحانی جماعتوں کو ہمیشہ مختلف مُلکوں میں اپنی تبلیغ کو پھیلا دینا چاہیئے تا اگر ایک جگہ مخالفت ہو تو دوسری جگہ اِس کمی کو پورا کیا جارہا ہو۔جس طرح وہ آدمی زیادہ فائدہ میں رہتا ہے جس کے کئی مُلکوں میں کھیت ہوں تا اگر ایک ملک میں ایک کھیت کو نقصان پہنچے تو دوسرے ملکوں کے کھیت اُس کی تلافی کر دیں اور اس کے ضرر کو مٹا دیں۔اسی طرح وہی دینی جماعتیں فائدہ میں رہتی ہیں جو مختلف ممالک اور مختلف جگہوں میں پھیلی ہوئی ہوں کیونکہ

انہیں کبھی کچلا نہیں جا سکتا۔ پس اگر ہماری جماعت کے لوگ ساری دنیا میں پھیل جائیں گے تو وہ خود بھی ترقیات حاصل کریں گے اور ان کی ترقیات سلسلہ پر بھی اثر انداز ہوں گی۔ اور جس جماعت کی آواز ساری دنیا سے اُٹھ سکتی ہو اُس کی آواز سے لوگ ڈرا کرتے ہیں اور جس جماعت کے ہمدرد ساری دنیا میں موجود ہوں اس پر حملہ کرنے کی جرأت آسانی سے نہیں کی جا سکتی۔ پس مت سمجھو کہ موجودہ خاموشی کے یہ معنی ہیں کہ تمہارے لئے فضا صاف ہوگئی۔ یہ خاموشی نہیں بلکہ آثار ایسے ہیں کہ پھر کئی شورشیں پیدا ہونے والی ہیں اس لئے موجودہ خاموشی کے یہ معنی ہرگز مت سمجھو کہ تمہارا کام ختم ہوگیا۔ یہ فتنہ تو تمہیں بیدار کرنے کیلئے پیدا کیا گیا تھا اور اگر تم اب پھر سو گئے تو یاد رکھو اگلی سزا پہلے سے بہت زیادہ سخت ہوگی۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ تمہیں دنیا میں پھیلائے۔ اگر تم دنیا میں نہ پھیلے اور سو گئے تو وہ تمہیں گھسیٹ کر جگائے گا اور ہر دفعہ کا گھسیٹنا پہلے سے زیادہ سخت ہوگا۔ پس پھیل جاؤ دنیا میں، پھیل جاؤ مشرق میں، پھیل جاؤ مغرب میں، پھیل جاؤ شمال میں، پھیل جاؤ جنوب میں، پھیل جاؤ یورپ میں، پھیل جاؤ امریکہ میں، پھیل جاؤ افریقہ میں، پھیل جاؤ جزائر میں، پھیل جاؤ چین میں، پھیل جاؤ جاپان میں اور پھیل جاؤ دنیا کے کونے کونے میں یہاں تک کہ دنیا کا کوئی گوشہ، دنیا کا کوئی ملک اور دنیا کا کوئی علاقہ ایسا نہ ہو جہاں تم نہ ہو۔ پس تم پھیل جاؤ جیسے صحابہ پھیلے، پھیل جاؤ جیسے قرونِ اُولیٰ کے مسلمان پھیلے، جیسے انہوں نے دنیا کے جغرافیے بنائے اسی طرح اب دنیا کے نئے جغرافیے تمہارے ذریعہ سے بننا چاہئیں۔ تم جہاں جہاں جاؤ اپنی عزت کے ساتھ سلسلہ کی عزت قائم کرو، جہاں پھر و اپنی ترقی کے ساتھ سلسلہ کی ترقی کا موجب بنو۔

اِسی طرح مختلف پیشے ہیں جو اَور ملکوں میں سیکھے جا سکتے ہیں انہیں سیکھو اور اپنے ملک کو ترقی دو۔ انگریز ہندوستان آئے تو انہوں نے کپڑا بُننا یہاں سے سیکھا مگر لنکا شائر کا سارے ہندوستان کو محتاج کر دیا۔ احمد آباد، ڈھاکہ اور سندھ کی تجارت کو انہوں نے توڑ دیا اور اپنے ملک کی تجارت کو ترقی دی۔ اسی طرح اور کئی فن انہوں نے یہاں سے سیکھے اور اپنے ملک کو ترقی دی۔ اگر ہمارے آدمی بھی دنیا میں پھیل جائیں تو وہ مختلف ملکوں سے مختلف پیشے، ہُنر اور دستکاریاں سیکھ کر اپنے ملک کو بہت زیادہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ پھر مؤمن کو خدا تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ ذہن دیا ہوا ہوتا ہے اس سے کام لے کر وہ دوسروں سے زیادہ ترقی کر سکتا ہے۔

پس یہ دو باتیں کہ قادیان میں مکان بنانا اور دنیا میں پھیلنا نہایت اہم ہیں انہیں نظر انداز مت کرو اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے مبلّغوں کا فرض ہے کہ وہ جہاں جائیں نوجوانوں میں یہ روح پیدا کریں کہ وہ باہر نکلیں۔ گھروں میں بیٹھ کر مکھیاں مارنے سے کیا فائدہ ہے۔ کیوں باہر نکل کر ایسے کام نہیں کرتے جن سے سلسلہ کو وُسعت حاصل ہو، اس کی عظمت میں ترقی ہو اور پھر ان کے کام ہندوستان کیلئے ترقی کا بھی موجب ہوں۔ چین سے اِس وقت چینی کا سامان آتا ہے کیا وجہ ہے کہ ہم اسے ہندوستان میں تیار نہ کریں۔ مگر اس کے لئے ضرورت ہے کہ بعض نوجوان چین میں جائیں اور چینی کا کام سیکھ کر یہاں آئیں اور ملک کو ترقی دیں۔ پھر کہیں مزدور بن کر، کہیں کلرک بن کر اور کہیں دیگر ذرائع سے ان فنون کو حاصل کریں اور دنیا میں نام پیدا کریں۔ جاپانیوں نے اپنے ملک کی خاطر یہی کیا تھا۔ ایک دفعہ امریکہ کے لوگوں نے انہیں دھمکی دی اور جاپان پر گولہ باری کی۔ اس کا جاپانی نوجوانوں پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے کہا کہ ہم اب اس ذلیل ملک میں اُس وقت تک نہیں آئیں گے جب تک خود عزت حاصل نہ کرلیں اور اپنے ملک کو بھی دنیا میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے والا نہ بنادیں۔ ایک مشہور نواب کا لڑکا بھی چلا گیا اور وہ جہاز پر کوئلہ ڈالنے والوں میں ملازم ہوگیا اور عرصہ تک جہاز رانی اور جہاز سازی کا کام سیکھتا رہا۔ پھر وہ اپنے ملک میں آیا اور اُس نے جہازوں کا کارخانہ کھول کر ملک کی ایک اہم ضرورت کو پورا کردیا اور اُسے اِس قابل بنادیا کہ وہ دنیا میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو زندہ قومیں غیرت مند ہوتی ہیں۔ وہ دنیا سے کوڑے نہیں کھاتیں اور اگر ایک بار کھالیں تو اُس وقت تک دم نہیں لیتیں جب تک اُس فعل کو آئندہ کے لئے ناممکن نہ بنادیں۔

تمہیں بھی اِس وقت ایک کوڑا لگا ہے حکومت کی طرف سے بھی اور رعایا کی طرف سے بھی۔ اگر تم میں غیرت کا ایک شمہ بھی باقی ہے تو جب تک تمہاری جان میں جان ہے اور تمہارے جسم میں سانس چلتا ہے تمہیں یہ کوڑا نہیں بھُولنا چاہئے جب تک اتنی طاقت حاصل نہ کرلو کہ نہ آئندہ تمہیں حکومت کوڑا مار سکے اور نہ رعایا میں سے کوئی تمہیں کوڑا مار سکے۔ بے غیرتی کی زندگی سے غیرت کی موت ہزار درجے بہتر ہوتے ہیں۔ تم بے غیرت مت بنو کہ جس پر تمہارے دل بھی تم پر لعنت کریں اور آئندہ آنے والی نسلیں بھی تم پر لعنت کریں۔ تم غیرت مند بنو کہ غیرت کے ہوتے

ہوئے اگر تم دنیا میں تھوڑے دن بھی جیو اور غیرت کی موت مرو تو تمہاری آنے والی نسلیں فخر سے اپنی گردنیں اونچی کریں گی اور کہیں گی کہ ہم ان کے فرزند ہیں جنہوں نے اپنی جانیں دے دیں مگر بے غیرتی کی زندگی کو قبول نہ کیا۔

کیوں بعض حُکّام کو یہ جرأت ہوئی کہ وہ تم پر حملہ کریں؟ اس لئے کہ تم تھوڑے ہو اور کمزور ہو۔ کیوں احرار کو یہ جرأت ہوئی کہ وہ تم پر حملہ کریں؟ اس لئے کہ تم تھوڑے ہو اور کمزور ہو۔ پس اب جاؤ اور دنیا میں نکل کر طاقت حاصل کرو، جاؤ اور دنیا میں نکل کر اپنی تعداد کو بڑھاؤ، یہاں تک کہ دنیا کا کوئی شخص تمہیں تھوڑا نہ کہہ سکے، یہاں تک کہ دنیا کا کوئی شخص تمہیں کمزور نہ کہہ سکے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ وہ لوگ جنہیں اپنے مستقبل کے متعلق کوئی امید نہ تھی انہوں نے دنیا میں کس قدر قربانیاں کیں۔ انگلستان سے کس نے وعدہ کیا تھا کہ اسے بادشاہت دے دی جائیگی؟ کسی نے بھی نہیں۔ مگر تمہارے ساتھ تو اُس خدا کا وعدہ ہے جو تمہارا خالق و مالک ہے اور خدا تعالیٰ سے بڑھ کر اور کون زیادہ سچا ہوسکتا ہے۔ پھر فرانس کے لوگوں سے کس نے کہا تھا کہ ان کو بادشاہت دی جائے گی؟ جرمنی سے کس نے وعدہ کیا تھا کہ اسے ترقی دی جائے گی؟ ان کے ساتھ کوئی وعدہ نہ تھا صرف انہوں نے غیرت دکھائی اور دنیا میں عزت حاصل کر لی۔ مگر تمہارے متعلق تو خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ تمہیں دنیا میں غلبہ دیا جائے گا۔ پس تم اگر اِس غرض کیلئے باہر نکلتے ہو تو تم وہ کام کرتے ہو جس کے متعلق آسمان پر فرشتے تمہارے لئے تیاریاں کر رہے ہیں۔

پس تم اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ قابل بناؤ، زیادہ سے زیادہ لائق بناؤ، نہ صرف دین میں بلکہ دنیا کے ہر کام، ہر فن اور ہر پیشہ میں۔ یہاں تک کہ کوئی میدان ایسا نہ ہو جس میں احمدیہ جماعت کے افراد سے زیادہ لائق افراد دنیا میں مل سکیں۔ سب سے کامل لوہار تم بنو، سب کامل نجّار تم بنو، سب سے کامل معمار تم بنو، سب سے کامل کیمسٹ تم بنو، سب سے کامل ڈاکٹر تم بنو، سب سے کامل صنّاع تم بنو، سب سے کامل کپڑے بُننے والے تم بنو، سب سے کامل مشینیں بنانے والے تم بنو اور جب تم اِس ارادہ اور عزم سے کھڑے ہوگے اور دنیا کے ممالک میں نکل جاؤ گے تو خدا تعالیٰ کے فرشتے تم پر برکتیں نازل کریں گے اور تم جو کام بھی کرو گے خواہ وہ بظاہر دنیا کا نظر آتا ہو اس کے بدلہ میں تم ثواب پاؤ گے کیونکہ ہر قدم جو تم اُٹھاؤ گے اس لئے اُٹھاؤ گے کہ خدا تعالیٰ کی یہ

پیشگوئی پوری ہو کہ جماعت احمدیہ دنیا پر غالب آ کر رہے گی۔ پس تم میں سے وہ لوہار جو اِس لئے آہن گری کے کام میں سب دنیا سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے متعلق خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ یہ دنیا پر غالب آئے گی اور وہ چاہتا ہے کہ اِس پیشگوئی کے پورا کرنے میں وہ بھی حصہ لے تو وہ آہن گری میں ترقی نہیں کر رہا بلکہ عبادت کر رہا ہے۔ تم میں سے وہ انجینئر جو اس لئے انجینئرنگ کے کام میں ترقی کر کے سب دنیا کو مات کرنا چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے مسیح کی جماعت کے دنیا پر غالب آنے کی پیشگوئی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اِس کے پورا کرنے میں وہ بھی حصہ لے تو وہ انجینئرنگ نہیں لے رہا بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں حصہ لے رہا ہے۔ اسی طرح تم میں سے وہ زمیندار جو اِس نیت اور ارادہ کے ساتھ اپنی پیداوار کو بڑھاتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے متعلق پیشگوئی ہے کہ سب دنیا پر یہ غالب آئے گی اور وہ چاہتا ہے کہ وہ بھی اس کے پورا کرنے میں حصہ لے تو وہ زمینداری میں ترقی نہیں کر رہا بلکہ دین میں ترقی کر رہا ہے۔ پس ہر پیشہ، ہر فن اور ہر ہُنر میں ترقی کرو اور مُلکوں اور علاقوں کی حد بندیوں سے آزاد ہو جاؤ کہ مؤمن کسی مُلک اور علاقہ کی قید میں مقیّد نہیں ہوتا۔ پھر تم دیکھو گے کہ اُس کے فضل تم پر کس طرح نازل ہوتے ہیں۔ یہ ہماری غفلتیں تھیں جو اِن فتنوں کو ہمارے لئے لائیں اور ہماری ہی غفلتیں ہوں گی جو پھر اِن فتنوں کے دوبارہ لانے کا موجب بنیں گی ورنہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت کی آنکھیں کھولنے کیلئے بہت کافی سامان کر دیا ہے۔ اگر جماعت اب بھی اِس شدید حملہ کو بھُول جاتی ہے تو وہ اپنی بے غیرتی اور بے حمیتی کا افسوسناک مظاہرہ کرتی ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری جماعت کو بے غیرتی کے مرض سے بچائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی زندگیوں میں اپنے ہاتھوں سے ان پیشگوئیوں کو پورا کرنے والے بنیں جو جماعت احمدیہ کی ترقی کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیں اور اللہ تعالیٰ نہ صرف ہمارے بلکہ ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کے حوصلے اور اُن کی ہمتوں میں بھی اِس قدر برکت دے کہ ساری دنیا کے حوصلے اور ہمتیں ان کے سامنے ہیچ ہو جائیں۔ دنیا ہمارا گھر ہے۔ پس جس طرح خدا تعالیٰ کے گھر یعنی مساجد میں چھوٹے اور بڑے کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا اِسی طرح ہمارا فرض ہے کہ ہم دنیا سے تمام امتیازات کو مٹا دیں تا پھر خدا تعالیٰ کا نام دنیا میں بلند ہو اور اُس کی

بادشاہت زمین پر بھی آئے جس طرح کہ وہ آسمان پر ہے۔

(الفضل ۱۶؍ جنوری ۱۹۳۶ء)

۱؎ **بخاری کتاب الصلوٰۃ باب قول النبی ﷺ جعلت لی الارض مَسْجِدًا و طهورًا**

۲؎ سٹریٹ سیٹلمنٹس (STRAIT SETTLEMENTS) ملایا میں برطانیہ کی سابق شاہی نوآبادی۔ 1826ء سے 1858ء تک برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے پینانگ، ملکا اور سنگاپور کو ایک انتظامی جُزو کی حیثیت سے سنبھالے رکھا۔ بعد ازاں قلیل مدت کیلئے انڈیا آفس نے انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ 1867ء میں یہ نوآبادی قائم کی گئی اور 1946ء میں ختم کر دی گئی۔ اب سنگاپور ایک الگ کالونی ہے مگر باقی حصے ملایا کے اتحاد میں شامل ہو گئے ہیں۔ (اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد ا صفحہ ۷۴۱ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء)

۳؎ **بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین**

۴؎ فوک لور: (FOLK-LORE)۔ کہانیاں، رسم و رواج

۵؎ **البقرۃ: ۱۴۹** ۶؎ **النّٰزعٰت: ۵**

۷؎ تذکرہ صفحہ ۵۳۔ ایڈیشن چہارم